قبل از اسلام عرب سماج میں عورت کا مقام اور نکاح: ایک تحقیقی مطالعہ

The Status of a Woman in the Pre- Islamic Arab Society and Nikah (Matrimony): A Research Study

*سمیع اللہ

**ڈاکٹر ریاض احمد الازہری

ABSTRACT

The family system is a rising concern in society. As we know that family system is the backbone and structural unit of society. The purpose of this study is to investigate the pre-Islamic family system and Nikah system in Arab society. Using cross-sectional analysis, this study analyzed those norms and rituals which were in practice in an era of pre-Islamic Arab Society. The first part deals with the maltreatment of women in Arab society. It throws light on the conservative mindset up of pre-Islamic Arab people about women. It also shows the patriarchal aspect of that society. The second part of the article deals with the concept of Nikah in Arab Society. This part elaborates on different types of Nikah as well. The study definitively answers the question regarding family systems and the transmission of Arab society's family system to the Nikah system.

KEYWORDS:

Family System, Society, Pre-Islamic Arab Society, Woman in Arab Society

انسان بنیادی طور پر مدنی الطبع ہے، وہ دوسرے انسانوں کے بغیر نہیں رہ سکتا یعنی کہ وہ پیدائش و پرورش، تعلیم وتربیت اور صحت و بیماری غرض یہ کہ زندگی کے تمام معاملات میں دوسرے انسانوں کا محتاج ہوتا ہے۔ جس طرح انسان اللہ تعالیٰ کی عنایتوں کا محتاج ہے اسی طرح انسان آپس میں ایک دوسرے پر سماجی زندگی میں انحصار کرتے ہیں۔ پیدائش کے بعد انسان جس معاشرتی رکن یا حصہ کا محتاج ہوتا ہے وہ خاندان کہلاتا ہے۔ یہی وہ ابتدائی ادارہ ہے جو انسان کی جسمانی، روحانی اور اخلاقی پرورش وتربیت اور دیگر ضروریات کی تکمیل میں اول سیڑھی کا کام کرتا ہے، اسی طرح جب بہت سے افراد جمع ہوجاتے ہیں تو وہ معاشرے کی صورت دھار لیتا ہے تاہم معاشرے کی اصلاح اور امن وسکون تب ممکن ہوتا ہے جب خاندان کے افراد پر امن اور خوشحال ہوں۔

*پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

**ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ کالج، پشاور

خاندان کی تشکیل کی بنیاد میاں بیوی ہیں، ان کے درمیان اتفاق و اتحاد اور محبت والفت کا ہونا معاشرتی امن وسکون کا ضامن ہوتا ہے لہذا ہر دور میں خاندانی زندگی کے لئے کچھ نہ کچھ قوانین وضوابط ترتیب دیئے جاتے ہیں جو زوجین کے درمیان محبت کی داعی، نفرت کی کمی اور باہمی حق تلفی سے احتراز کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔ اسلام کے آنے سے پہلے عرب سماج میں بھی عائلی اور خاندانی قوانین کا رواج موجود تھا۔ اسلام نے بعض کو ساقط کیا، بعض کی اصلاح کر کے باقی رکھا اور بعض کو اپنا لیا۔

عرب سماج میں عورت کا مقام

یہ بات تو عیاں ہے کہ خاندانی نظام کے دو پہیے مرد اور عورت ہی ہیں، ان میں سے ایک اگر نہ ہو تو یہ نظام تزوج اور نظام اسرت پنپنا تو دور کی بات، وجود بھی نہیں پا سکتا لہذا ضروری ہے کہ خاندانی و عائلی نظام کے ان دو مرکزی کرداروں کو تحفظ اور اہمیت دے کر ان کی وجود اور حقوق کو تسلیم کر کے معمول بہ بنایا جائے پھر کہیں جا کر عائلی نظام باقی و جاری رہ سکتا ہے۔ اس تناظر میں اگر عرب سماج کا کردار و رویہ کا مطالعہ کریں تو انتہائی المناک اور انسانیت سوز کردار سامنے آتے ہیں بالخصوص عورت کے ساتھ ان کا سلوک جانوروں سے بھی کہیں بدتر رہا ہے۔ ان کے اس وحشت ناک کردار کو قرآن وحدیث میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے چنانچہ ایک جگہ قران مجید میں ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ[1]

"اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری سنادی جاتی ہے تو اس کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ دل ہی میں دل گھلنے لگتا ہے"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکی کے پیدائش کو بھی برداشت نہیں کرتے تھے نیز اس اطلاع کے ملنے پر ان کا فکری تبصرہ یوں ہوتا تھا:

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ[2]

"اس برائی کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا تھا اور سوچتا کہ اس ذلت کو برداشت کر کے اپنے پاس رہنے دیں یا اس کو زمین میں گاڑھ دیں۔"

انہی حالات سے تنگ آکر عورت اس حالت پر جا پہنچتی کہ: "عورت جب بچہ پیدا کرنے کے قریب ہوتی تو کسی گڑھ کے کنارے بیٹھ جاتی، اپنی نومولود کو گڑھے کے کنارہ رکھ دیتی، اگر وہ بیٹی ہوتی تو اس کو گڑھے میں پھینک کر اس پر مٹی برابر کرتی اور اگر وہ بیٹا ہوتا تو اس کو باقی رکھتی"[3] تو کچھ اس کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور مٹی تلے اس کی سانس نکل

جاتی تھی اور کچھ لوگ اس کو بڑی عمر میں اسے زندہ دفنا کر اس پر ہاتھ صاف کر دیتے تھے چنانچہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو ایک واقعہ یوں سنایا "کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم اہل جاہلیت تھے اور بتوں کی پرستش کرنے والے تھے، ہم اپنی اولاد کو قتل کیا کرتے تھے، میری ایک بیٹی تھی جو وہ میرے ساتھ بات کرنے کی قابل ہوئی اور میں جب اس کو بلاتی تو وہ خوش ہو جاتی تھی تو ایک دن میں نے اس کو بلایا اور اپنے ساتھ اپنے اہل وعیال کے ایک کنویں کے پاس لے گیا جو زیادہ دور نہیں تھا تو میں نے اس کو ہاتھ سے پکڑ کر کنویں میں گرا دیا اور سب سے آخری بات جو میں نے اس کی سنی وہ یہ تھی اے میرے ابو!، اے میرے ابو! تو رسول اللہ ﷺ زار و قطار رونے لگے "[4] اور بعض اوقات ان کو چھ سال کی عمر تک چھوڑ دیتے تھے اور چھ سال مکمل ہونے پر اس کو خوشبو لگا کر مزین کرنے کے بعد صحرا کے کسی کنویں میں لے جا کر کہتے کہ اس کنویں میں دیکھو، پھر اس کو دھکا دے کنویں میں ڈال کر اس پر مٹی ڈال دیتے تھے [5]، بعض کو ذلت و مہانت کے ساتھ زندہ چھوڑ دیتے [6] یعنی زندہ چھوڑ کر اس کو ذلت ورسوائی کے ساتھ جینا پڑتا نہ تو ان کو میراث وغیرہ میں حصہ دیا جاتا بلکہ مال میراث بن کر ورثاء کی ملکیت بن جاتی اور نہ زندگی کی دوسری سہولت یا آرائش کی وہ حقدار مانی جاتی اور "بعض کو بڑے ہو کر اون یا بالوں کا لباس پہنا کر اونٹ چرانے صحرا کی طرف بھیج دیتے تھے "[7]۔

اسلام سے پہلے عرب سماج میں عورت کے ساتھ سلوک کا اندازہ اس بات سے لگائے کہ متوفی عنہا زوجہا جب اپنے شوہر سے عدت اور سوگ منانے کے لئے ایک سال تک ذلت، بدحالی، اور تکلیف میں رکھتے تھے۔ سال پورا ہونے پر وہ اتنی بری حالت میں ہوتی تھی کہ "پھر اس کے پاس کوئی جانور گدھا، پرندہ یا بکری لائی جاتی اور عدت کا خاتمہ پر اس کے ساتھ چھو کر پھینک دیتی تو بہت کم ہی وہ جانور زندہ رہتا بلکہ مر جاتا "[8] عورتوں کے ساتھ سلوک کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ عرب سماج میں عورت کے ساتھ اچھا سلوک کرتا یہاں تک کہ بہت لوگ ایسے بھی تھے جو بیٹیوں کو پسند کرتے تھے، ان کے نام سے اپنا کنیت بنا لیتے تھے اور ان کے مشورے کو توجہ سے سنتے تھے ممکن ہے [9]۔

عورتوں کا احترام

اکثر تاریخی کتب میں یہ بات ذکر کی جاتی ہے کہ عرب کو عورت سے عار رہا ہے اور غیرت کی وجہ سے وہ عورتوں کو زندہ درگور کرتے تھے لیکن یہ بات مکمل عام یا دستوری شکل میں نہیں تھی بلکہ قبائلی زندگی ہونے کی وجہ سے مختلف قبائل کے مختلف قسم کے دستور اور رسم ورواج تھے چنانچہ بعض قبائل میں عورتوں کو قدر واحترام حاصل تھا۔

عورتوں کا مردوں کے سامنے آکر اپنی نمائش کرنا

عورتوں کی جسمانی نمائش کر کے مردوں کے سامنے آنے کا رواج بھی عربوں کے سماج میں موجود تھا جیسا کہ مجاہدؒ [10] فرماتے ہیں "عورتیں مردوں کے سامنے چلتی تھیں، اسی کو تبرج کہتے ہیں "[11] مبرد رحمۃ اللہ علیہ [12] فرماتے ہیں "عورتیں ان چیزوں کو آشکارہ کرتی تھیں جن کا اظہار قبیح ہوتا تھا "[13] ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ "زمانہ جاہلیت میں جب عورت کسی

راستے پر چلتی اور اس کے پاوں میں پازیب ہوتے جس کی آواز خاموش رہتی تو وہ اپنی پاوں کو زمین پر مارتی جس سے پازیب کی آواز مردوں کو سنائی دیتی تھی"[14]۔

عضل وغیرہ کی صورت میں عورتوں کے ساتھ سلوک

عضل کا معنی ہے روکنا، منع کرنا۔ عرب میں یہ دستور بھی تھا کہ غیرت اور حمیت کی وجہ سے عورت کو نکاح کرنے سے منع کرتے تھے۔ عضل کی کئی صورتیں تھیں مثلا کبھی اپنے والد کی بیوی، کبھی کوئی یتیم عورت اور کبھی بہن وغیرہ پہلی نکاح یا دوسری نکاح سے روکتے تھے۔ مثلاً معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میری ایک بہن تھی جس کو میں نے ایک آدمی کے ساتھ بیاہ دی تھی تو اس نے طلاق دیا، جب اس کی عدت پوری ہوئی تو اسی آدمی نے دوبارہ نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے اس کو کہا کہ میں نے اس کا نکاح آپ کے ساتھ کیا تھا، میں نے تمہارے لئے فراش بنائی تھی، میں نے تجھے عزت دی تھی تو تم نے اس کو طلاق دیا تو اب تم نکاح کا پیغام لے کر آئے؟ اللہ کی قسم یہ کبھی بھی تمہارے پاس لوٹ کر نہیں جائی گی، وہ مرد اچھا تھا اور عورت بھی اسی سابقہ خاوند کے پاس لوٹنا چاہتی تھی تو اس کے بارے میں آیت فلا تعضلوھن (کہ انہیں مت روکو) نازل ہوئی جس پر میں نے کہا کہ اب ٹھیک ہے یارسول اللہ ﷺ تو اس نے اس عورت کا نکاح اسی سابقہ خاوند کے ساتھ کر دیا"[15]۔

علاوہ ازیں باپ کی وفات کے بعد بیٹا یا دیگر ورثاء مال کی طرح اس کی بیوی کے بھی مالک بن جاتے تھے، ان کی مرضی ہوتی تھی کہ خود اس کے ساتھ نکاح کرتے یا کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کرواتے یا منع کر کے موت تک بے نکاح اپنے ساتھ گھر میں رکھتے تاکہ اس کا مال و مہر ہمارے قبضے میں رہے، بعض مورخین لکھتے ہیں کہ "اگر وہ عورت خوبصورت ہوتی تو اس کے ساتھ نکاح کر لیتے تھے اور اگر سانولہ ہوتی تو اس کو موت تک اپنے ہاں روکے رکھتے جس کے بعد اس کی میراث پا لیتے"[16]۔

ایسے کرداروں کے بارے میں مزید علماء نے تحریر کیا ہے کہ اگر ایک آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو اپنی غیرت و حمیت کی وجہ سے اس کو کسی دوسرے کے ساتھ دوبارہ نکاح کی اجازت نہیں دیتے تھے، اس کو اور اس کے اہل وعیال کو ڈراتے دھمکاتے تھے اگر وہ نکاح کا ارادہ کرتی یا اس کے اہل وعیال اور اولیاء کو مال کے زریعے اس بات پر راضی کرتے کہ اس کو دوبارہ نکاح کی اجازت نہ دے، بعض اوقات کوئی آدمی اپنی بیوی کو یوں چھوڑ دیتا تھا نہ اس کو رجوع کرتا اور نہ ہی اس کو طلاق دیتا اسی طرح ہی اس کو الگ چھوڑ دیتا تھا، اس صورت میں اگر کسی چیز یعنی مال وغیرہ دینے سے وہ اپنے خاوند کو راضی کرتی تو اس کو طلاق مل جاتا یا اس کو کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کی اجازت مل جاتی، اسی کو وہ عضل کہتے تھے یہی طریقہ قریش مکہ میں بھی تھی چنانچہ جب کوئی آدمی کسی شریف عورت کے ساتھ نکاح کرتا تو جب اس کے ساتھ موافقت نہ آتی تو اس کو چھوڑ دیتا تھا یہ کہتے ہوئے کہ وہ اس کے اجازت کے بغیر کسی دوسرے کے ساتھ نکاح نہیں

کرے گی اور اسی بات پر گواہ قائم کر کے تحریر کرتا تھا تو جب اس کو کوئی آدمی اس کو نکاح کا پیغام بھیجتا تو وہ اگر اس پہلے شوہر کو کوئی چیز دیتی اور اس کو راضی کرتی تو اس کو نکاح کی اجازت ملتی ورنہ نہیں[17]۔

اس بحث کے ضمن میں بعض محدثین لکھتے ہیں کہ بعض اوقات کسی کے زیر نگہداشت یتیم لڑکی ہوتی تھی تو اگر وہ خوب صورت ہوتی تو اس کے ساتھ نکاح کر دیتے تھے اور اگر وہ خوب صورت نہ ہوتی تو اس کو اپنے ہاں بند رکھتے، کسی مرد کو اس لڑکی کے ساتھ نکاح کی اجازت نہیں دی جاتی تھی اور اس کو موت تک اپنے پاس رکھتے تاکہ موت کے بعد اس کا مال مل جائے[18]۔

عضل اور غگ (آواز) میں مماثلت

اس سے واضح ہوتا ہے کہ بعض پشتون علاقوں میں جو "غگ" کا دستور ہے کہ کوئی آدمی اپنے رشتہ داروں میں کسی لڑکی پر آواز لگائے کہ فلاں کے ساتھ میں نکاح کروں گا تو اس لڑکی کے ساتھ اس کے اجازت کے بغیر کوئی نکاح نہیں کیا جاسکتا ہے نیز اس آواز لگانے والے کے ساتھ لڑکی کے نکاح میں لڑکی کو پسند یا ناپسند کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا تھا۔ پشتونوں کے بعض علاقوں کی اس غگ کلچر کی مشابہت زمانہ جاہلیت کے عضل کلچر کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔

عورتوں کے ساتھ سختی

عرب سماج کا تاریخی مطالعہ کرنے سے جہاں ان کے زندگیوں کے دیگر پہلوں سامنے آتے ہیں وہاں پر ایسے واقعات بھی نظر سے گزرتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب سماج میں عورت کے ساتھ بیوی ہونے کی حیثیت سے سختی اور تنگی کا رویہ اپنایا جاتا تھا جس سے تنگ آکر ازدواجی زندگی اجیرن بن جاتی اور آخر کار طلاق پر منتج ہوتی رہی جیسا کہ حسان بن ثابت کی ماں فریعہ بنت خالد خزرجیہ جو زمانہ جاہلیت کی بہترین شعراء میں شمار ہوتی تھی اور اس کو زمانہ جاہلیت میں کئی دفعہ طلاق ہو چکا تھا جس پر کسی نے اس سے پوچھا کہ "تم اتنی خوبصورت اور میٹھی ہو پھر بھی تمہیں کیوں طلاق ہوتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ وہ مجھ پر تنگی اور سختی کرتے تھے اللہ تعالی ان پر سختی کرے"[19] اس واقعہ سے سے ان کا عورتوں کے ساتھ سلوک کا ایک پہلو معلوم ہوتا ہے۔

اہل ومال پر جوا کھیلنا

عرب سماج میں کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا تھا کہ جوا کھیلتے کھیلتے اپنی اہل یعنی بیوی وغیرہ اور مال سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے تھے اور پھر دوسروں کے ہاتھ میں اپنا مال دیکھ کر ان کے درمیان عداوت اور بغض جنم لیتی تھی[20]۔

حیض

زمانہ جاہلیت میں جب کسی عورت کا اپنی ماہوار بیماری حیض آتی تھی تو نہ تو اس کو اپنے ساتھ گھر میں رہنے دیجاتی تھی اور نہ ہی اس کے ساتھ ایک برتن میں کھانا کھایا جاتا تھا، ایام حیض میں وہ عورت کے خون نکلنے کی جگہ (شرمگاہ) سے

اجتناب کر کے پاخانہ کے راستے سے اس سے جنسی تسکین حاصل کرتے تھے، ایام حیض میں عورت کا اپنے خاوند کے سر کو تیل لگانے سے دور رکھی جاتی تھی، نہ خاوند کے ساتھ کھانا کھانے کی گنجائش تھی، نہ اس کے ساتھ بستر پر سونے کی مجاز تھی، حائضہ کو نہ تو کعبہ داخل ہو کر طواف کی اجازت تھی اور نہ ہی اس کو کسی بت کو ہاتھ لگانے دی جاتی تھی اس لئے کہ وہ پاک شمار نہیں کی جاتی تھی[21] بلکہ گھر میں بھی بیوی کو الگ رکھ کر اس کے قریب بھی نہیں جاتا تھا[22] لہٰذا اس معاملے میں وہ بہت سختی کا معاملہ کیا کرتے تھے۔ بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ مدینہ اور اس کے گردونواح میں رہنے والے لوگ اس معاملے میں بنی اسرائیل کے طریقے کو اپنائے ہوئے تھے کہ وہ بھی حائضہ عورت اور اس کے مسکن کو الگ رکھتے تھے[23] البتہ اہل مدینہ کے علاوہ لوگ اس معاملے میں اتنی سختی نہیں کرتے تھے جیسا کہ اہل مکہ کہ وہ ایام حیض میں جائے پاخانہ میں اپنی بیویوں کے پاس نہیں جاتے تھے[24]۔

عرب سماج میں نکاح کے تصورات

نکاح دو انسانوں (مرد و عورت) کے درمیان معاہدہ اور جماع کا نام ہے اور قرآن میں اس کی تعبیر زوج اور زوجہ سے کیا ہے اور اگر یہ عقد نہ ہو اور پھر بھی جنسی خواہش کی تسکین ہوتی ہے تو اس کو زنا کہا جاتا ہے مرد کو زانی عورت کو زانیہ کہا جاتا ہے اس کے لیے شریعت میں بھی کئی الفاظ استعمال ہوئے ہے۔ سماج عرب میں نکاح کے لیے کئی مواقع پر چند چیزیں ضروری سمجھی جاتی تھی:

1 طرفین زوجین کے نکاح کے وقت دونوں کی رضامندی ہو

2 دونوں کے والدین کی رضامندی ہو یا دونوں کے اولیاء کی رضامندی ہو[25]

اگر ان مذکورہ شرائط میں سے کوئی نہ ہو تو ولی کو فسخ نکاح کا حق ہو گا۔ والد یا ولی کے لیے یہ اختیار تھا کہ اپنی بیٹی کی نکاح بغیر رضامندی کے کر سکتا تھا[26] البتہ محترم اور معزز خاندانوں میں اسے شوہر اور شادی کے بارے میں رائے کی اجازت دی جا سکتی تھی[27] جیسے "سہیل بن عمرو اور ابو سفیان نے عتبہ بن ربیعہ کو اس کی بیٹی ہندہ کے بارے میں نکاح کا پیغام بھیجا تو ہندہ کو دونوں کے ذات اور خاندان کے بارے میں تفصیلی طور پر بتایا گیا تو ہندہ نے ابو سفیان کو ترجیح دی اور اس کے ساتھ نکاح کر دی گئی"[28]

تاہم عرب میں بالخصوص بنی عبس نکاح کے معاملے میں اپنی چچازاد عورتوں کو ترجیح دیتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ سب سے زیادہ صبر کرنے والی ہوتی ہیں[29] یہی وجہ ہے کہ اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کہ چچازاد عورتوں میں صبر زیادہ ہوتا ہے جبکہ اجنبی عورتیں اولاد عمدہ اور نجیب پیدا کرتی ہے[30]۔ عرب سماج میں سب سے عمدہ عورت وہ خیال کی جاتی تھی[31]۔

نکاح کرنے میں عرب سماج میں یہ تصور بھی تھا کہ انہوں نے خانہ کعبہ کے اندر کچھ تیر رکھے تھے جس سے وہ فال

نکالتے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرتا تو خانہ کعبہ کے فال والی تیروں میں کوئی تیر نکالتا، اگر اس سے اس کام کے کر گزرنے کا اشارہ ملتا تو کر دیتا اور اگر نہ کرنے کا اشارہ ہوتا تو اس کام کو ترک کر دیتے تھے اسلئے اگر کوئی شخص نکاح کا ارادہ کرتا تو وہ تیر نکال دیتا، اگر کرنے کا اشارہ ملتا تو نکاح کر دیتے ورنہ چھوڑ دیتے تھے "ازلام" سے مراد وہ تین تیر ہیں جن کے زریعے زمانہ جاہلیت میں وہ تقسیم کیا کرتے تھے جن میں سے ایک پر اِفعل (کرو)، دوسرے پر لاتفعل (مت کرو) اور تیسرے پر غفل (کچھ نہیں) لکھا تو یہ تین تیر بنا کر کعبہ میں رکھے گئے تھے جو خانہ کعبہ کے محافظ کے نگرانی میں تھے تو جو آدمی سفر یا نکاح کا ارادہ کرتا تو خانہ کعبہ کے محافظ نگران کے پاس جا کر کہتے کہ میرے لئے ایک تیر نکال دو تو وہ ان کو ہلا کر ایک تیر نکال دیتا تھا تو اگر "کرنے والا تیر "نکلتا تو اپنے ارادے کے مطابق کام کر دیتا، اگر نہیں والا نکل آتا تو روک جاتا اور اگر کچھ نہیں والا تیر نکل آتا تو اس طریقے کو دوبارہ کرتے "[32]۔ اس سے عرب سماج کے اس رسم کی نشاندہی ہوتی ہے کہ ان کے ہاں شادی کرنے میں لڑکے یا لڑکی کی رائے لینے یا اس کی چاہت معلوم کرنے کی بجائے اس قرعہ اندازی جیسے عمل کے ذریعے ان کے عقد نکاح کا فیصلہ کرنے کا دستور بھی تھا۔

نکاح کے سلسلے میں عرب سماج میں یہ تصور بھی پایا جاتا تھا کہ وہ عیدین یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیان نکاح کرنا اور دلہن کو گھر لانا مکروہ اور ناپسندیدہ سمجھتے تھے[33] یعنی اس کو وہ نکاح کی کامیابی کے لئے بدشگون خیال کرتے تھے کہ عید الفطر یا عید الاضحی کے درمیان جو شادی ہوتی ہے اس کے ناکام ہونے کے احتمالات زیادہ ہوتے ہیں۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ "شوال کے مہینے میں عرب نکاح کرنے کو بدشگون سمجھتے تھے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ کسی سال کے شوال میں طاعون آیا تھا جس میں بہت سے دلہن وفات ہوئی تھیں، اس وجہ سے اہل جاہلیت اس کو بدشگون خیال کرتے ہیں"[34]۔

> "قال ابن فارس: وزعم ناس أن الشوال سمي بذلك لأنه وافق وقتا تشول فيه الإبل، أي ترفع ذنبها للقاح، وهو قول الفراء. وقال غيره: سمي بتشويل ألبان الإبل، وهو تولّيه وإدباره، وكذلك حال الإبل في اشتداد الحر، وانقطاع الرطب وكانت العرب تتطيّر من عقد المناكح فيه وتقول: إن المنكوحة تمتنع من ناكحها، حتى تمتنع طروقة الجمل إذا لقحت وشالت بذنبها"[35]۔

زمانہ جاہلیت میں ایک رسم یہ بھی تھا کہ لوگ زانی عورت سے اس لئے نکاح کرتے تھے تاکہ اس کے مال کو کھائے[36] یعنی اس زانیہ عورت کی مال کو حاصل کرنے کے لئے اس عورت کے ساتھ نکاح کرتے تھے بلکہ ام مہزول نامی عورت کا طریقہ تو یہ تھا کہ "جب کسی مرد کے ساتھ زنا کرتی تھی تو یہ شرط رکھتی تھی کہ وہ (ام مہزول) اس مرد پر مال خرچ کرے گی"[37]، عام دستور بھی یہ تھا کہ مرد عورت کے ساتھ اس لئے نکاح کرتا کہ اس عورت کے ساتھ جو سامان ہے اسے حاصل کریں[38]۔

زمانہ جاہلیت میں یہ تصور بھی موجود تھا کہ جو خاندان مالی طور پر غیر مستحکم اور غریب ہوتا تو لوگ اس خاندان کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے اعراض کرتے تھے جیسا "محلق کے نام سے معروف ایک شخص کی دس بیٹیاں تھیں اور ان کی فقر و غربت کی وجہ سے کوئی ان کے ساتھ نکاح کرنے میں رغبت نہیں رکھتا تھا"[39]۔

نکاح کی چار صورتیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نکاح عرب سماج کے چار طریقے رائج تھے:

نکاح بعولہ (Single Spouse marriage)

پہلا طریقہ یہ تھا جو کہ آج کل مشہور ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کے پاس اس کے بیٹی یا بہن کے نکاح کا خطبہ بھیج دیں اور وہ اس کو قبول کر کے پھر آپس میں زوجین کے رضامندی کے ساتھ نکاح کرے اور مہر مقرر کرے اور گواہ بھی بنالے۔

نکاح استبضاع

دوسرا طریقہ نکاح استبضاع کا تھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو حیض سے پاکی کے بعد کسی بہادر نوجوان کے پاس بھیجتی اور وہ اس کے ساتھ زنا کرتا، پھر جب اس کا حاملہ ہونا ظاہر ہو جاتی تو شوہر جب چاہتا اس کے قریب جاتا۔ ایسا وہ اس لئے کرتا، تاکہ اس کا بیٹا بہادر اور اعلیٰ خاندان کا ہو[40]۔

نکاح رھط

تیسرا یہ طریقہ یہ تھا کہ دس افراد عورت کے پاس چلے جاتے ہر ایک اس سے جماع کرتا۔ جب عورت حاملہ ہو جاتی تو وضع حمل کے بعد سب افراد کو بلاتی اور کہتی کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے پھر وہ اسی کا شمار ہوتا۔

نکاح البغایا

چوتھا طریقہ یہ کہ بعض عورتیں اپنے اپنے دروازے پر جھنڈے لگائے ہوتے تھے یہ علامت تھی کہ اس گھر میں زانیہ عورت ہے جہاں ہر ایک کے لئے آنے کی اجازت تھی جب عورت حاملہ ہو کر وضع حمل ہو جاتی، تو تمام زانیین کو بلاتے تو جس زانی کے ساتھ بچے کے مشابہت تھی، اس کو دے دیتے۔ اسلام نے ان تمام ناجائز صورتوں کو منع کیا ہے سوائے اس صورت کے جو آج لوگ کرتے ہیں"[41]۔ اسی صورت یعنی صواحبات الرایات کے بارے میں بعض محدثین نے یوں تحریر کیا ہے "یہ زانی عورتیں بازاروں میں جھنڈیاں لگاتے تھے اور یکے بعد دیگرے مرد ان کے ہاں داخل ہوتے تھے"[42]۔ "کچھ عورتیں زمانہ جاہلیت میں آپنے آپ کو (زنا کے لئے) کرایہ پر دیتی تھیں"[43]۔

باندیوں کے نکاح کی ایک صورت

بعض رؤساء اپنے باندیوں کو اس بات پر مجبور کرتے تھے کہ کسی بہادر اور قوی آدمی کے ساتھ ملکر اس سے اولاد

پیدا کریں تا کہ بڑا ہو کر اپنی ماں کے ساتھ مالک کی خدمت کرے اور یوں مالک کو ایک بہادر اور مضبوط خادم ملے نیز یہ بھی رواج تھا کہ ایسے غلام کی مارکیٹ میں قیمت زیادہ لگتی تھی تو اچھے کمائی کے لئے بھی وہ اپنی باندیوں سے ایسے بچے پیدا کرواتے تا کہ خوب قیمت ملے[44]۔

نکاح الظغینہ:

زمانہ جاہلیت میں عرب سماج میں مفتوح قوم کی عورتیں فاتح قوم کے لئے مباح ہوتی تھیں، قید میں آنے کے بعد وہ اس کے مالک ہو جاتے تھے وہ جس طرح چاہتے اس کے ساتھ سلوک کرتا چاہے تو اپنے پاس یونہی چھوڑ کر رکھتے، چاہتے تو بیچ دیتے یا کسی کو تحفہ میں دیتے یا اس کے ساتھ مباشرت کرتے۔ عرب سماج میں اس نکاح کا بھی دستور تھا کہ جب ایک عورت کسی کی قید میں آجاتی تو اس شخص کو اختیار تھا کہ اس عورت کے ساتھ بلا خطبہ و مہر کے نکاح کرے کیونکہ وہ اس کی قید میں ہوتی تھی، اس نکاح میں اس کو کوئی اختیار نہیں ہوتا تھا کیونکہ اس کی مملوک ہوتی تھی"[45]۔

نکاح مخادنہ / خدن

عرب کے ہاں نکاح کی ایک دستور یہ بھی تھا کہ اگر کوئی عورت و مرد چپکے و خفیہ طریقہ سے ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرے تو اس کی کوئی شناعت و برائی نہیں البتہ اگر ظاہر طور پر ایسا تعلق قائم کرے تو باعث ملامت ہو گی[46]۔ اس کو نکاح خدن یا مخادنہ کہتے تھے جس کی طرف قرآن مجید میں اشارہ کیا گیا ہے جیسے:

غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ [47]

"نہ ایسی کہ کھلم کھلا بدکاری کریں اور نہ درپردہ دوستی کرنا چاہیں۔"

امام طبریؒ [48] لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں دو قسم کی زناکار عورتیں تھیں ایک یہ کہ وہ اعلانیہ زنا کرتی تھیں اور دوسری قسم کی وہ جو خفیہ طریقے سے کسی ایک دوست کے ساتھ زنا کرنے پر اکتفاء کرتی تھی نیز عباس فرماتے ہیں کہ وہ اہل جاہلیت ظاہر اور اعلانیہ طور پر زنا کو حرام جبکہ خفیہ طور پر زنا کو حلال تصور کرتے تھے[49] یہی بات ضحاکؒ [50] سے بھی منقول ہے کہ "اہل جاہلیت زنا کو چھپاتے تھے اور اسی خفیہ زنا کو حلال اور جائز تصور کرتے تھے" مرہ ہمدانی فرماتے ہیں کہ "عرب زنا کو جائز خیال کرتے تھے البتہ جب کوئی شریف اور معزز شخص زنا کرتا تو اس کو چھپاتا تھا جبکہ اس کے علاوہ لوگ اس بات کا خیال نہیں کرتے تھے کہ کب زنا کیا"[51]

نکاح مضادنہ

یہ ایسا نکاح ہوتا تھا کہ قحط کے زمانے میں ایک عورت اپنے خاوند کے علاوہ ایک یا دو مردوں کے ساتھ خلوت کرتی تھی تا کہ ان کے ہاں پیٹ بھرنے یعنی کھانے کی ضرورت پوری کرے، ضمد کا معنی ہے خلوت [52]۔ اس نکاح کو نکاح ضماد بھی کہا جاتا ہے[53]۔

ہم جنسی پرستی

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں ہم جنس پرستی (مرد کا مرد سے یا عورت کا عورت سے جنسی تسکین حاصل کرنا) بھی مروج تھی نیز وہ عورت کے ساتھ دُبُر (پاخانہ کی جگہ) میں جنسی ملاپ کرتے تھے جس کو تحمیض کہتے تھے[54]۔

جانوروں سے جنسی تسکین حاصل کرنا

زمانہ جاہلیت میں عرب کے مختلف قبائل میں جانوروں بھیڑ، بکریوں، گدھوں، اونٹوں وغیرہ سے بھی جنسی تسکین حاصل کرتے تھے اور پھر باہمی لڑائی میں ان کے ساتھ ایک دوسرے کو عار دلاتے تھے[55]۔

صواحب الرایات و قیافہ شناس

زمانہ جاہلیت میں کچھ ایسی عورتیں ہوتی تھی جو زنا کے آڈے چلاتی تھی تو ان کے زناخانوں پر جھنڈے لگے ہوتے تھے تو جو بھی چاہتا تو آسانی کے ساتھ ان کے ہاں چلا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سرخ رنگ کے جھنڈے ہوتے تھے یہاں تک بھی مروی ہے کہ عرب کے بازاروں میں یہ جھنڈے لگے ہوتے تھے تو جو چاہتا تھا زنا و فجور کے لئے پہنچ جاتا تھا[56]۔عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایسے زناخانوں کو "مواخیر" کہا جاتا تھا جہاں پر وہ اپنی باندیوں کو اجرت پر پیش کرتے تھے اور زنا کے ایسے مقامات معلوم و معروف ہوا کرتے تھے نیز عطاءؒ فرماتے ہیں کہ کہا جاتا تھا کہ یہ فلاں قبیلے کی زناوالی عورتیں ہیں یہ فلاں قبیلے کے[57]۔ شعبی فرماتے ہیں کہ "کچھ عورتیں زمانہ جاہلیت میں ایسی تھیں جو خود کو کرائے پر دیتی تھی"[58]۔

بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ ان قحبہ خانوں میں اپنی جنسی تسکین کے لئے بہت سے لوگ آتے تھے، جب وہ عورت حاملہ ہو کر بچے کو جنم دیتی تھی اور اس کا پتہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ کس سے ہے تو کسی قیافہ شناس کو بلاتے جو باریک اور خفیہ علامات کے ذریعے بچے کو کسی ایک زانی کے ساتھ ملحق کرتا کہ یہ ان خفیہ علامات اور اشارات سے پتہ چلتاہے کہ یہ فلاں کا ہے تو یہ اس کا بچہ شمار کیا جاتا تھا[59]

واضح رہے کہ یہ زنا کرنے والی عورتیں باندیاں ہوتی تھی جو قحبہ خانے چلاتی تھیں یا مالک ان سے زبردستی زنا کروا کر مال کماتے تھے جیسا کہ ابن کثیرؒ[60] فرماتے ہیں "اہل جاہلیت میں سے جس کے پاس باندی ہوتی تھی تو اس کو زنا کے لئے کھلی چھوڑ دیتی تھی اور اس پر ٹیکس مقرر کرتی جو ہر وقت اس سے لیتے تھے"[61] اسی طرح عبد اللہ بن ابی[62] کی معاذہ نامی باندی تھی جس کو وہ زنا پر مجبور کرتا تھا[63] آزاد عورتوں میں یہ بڑا عیب شمار ہوتا تھا اس لئے وہ اس کے قریب بھی نہیں جاتی تھی[64] یہی وجہ ہے کہ جب مؤمن عورت سے بیعت لینے والی آیت "اے نبی ﷺ! جب تمہارے پاس مؤمن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانیں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی۔۔۔"[65] نازل ہوئی تو مردوں سے بیعت لینے کے بعد انہی امور پر عورتوں سے بیعت لینے لگا تو جب

رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ، وہ زنا نہیں کریں گی تو اس پر ہندہ[66] زوجہ ابی سفیان نے کہا کہ، اے اللہ کے رسول ﷺ! کوئی آزاد عورت بھی زنا کر سکتی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم کوئی آزاد عورت زنا نہیں کر سکتی[67]۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے قبل بھی آزاد عورتیں زنا کو بہت برا اور معیوب خیال کرتی اس لئے ہندہ زوجہ ابی سفیان نے تعجب کے ساتھ سوال کیا۔

نکاح متعہ

عرب کے ہاں نکاح متعہ کا تصور بھی موجود تھا کہ ایک آدمی عورت کے ساتھ ایک مخصوص مدت، چند ایام یا مہینے یا چند مخصوص سالوں کے لئے مقررہ مال پر نکاح کرتا جب مدت ختم ہوتی تو اس کے بعد طلاق دیتا[68] بلکہ بقول ابن کثیر "یہ ابتداء اسلام تک مشروع تھا پھر منسوخ ہوئی"[69]۔ نکاح متعہ میں اولاد ماں اور اس کے قبیلہ کی طرف منسوب ہوتی کیونکہ وہ عملی طور پر ماں کے ساتھ رہتے تھے اور ان کے باپ تو کہیں دوسری جگہ چلے جاتے تھے[70]۔

نکاح بدل

اسی طرح نکاح بدل کا تصور بھی تھا کہ ایک آدمی دوسرے کے لئے بیوی چھوڑتا اور اس کے بدل میں وہ اس پہلے شخص کے لئے اپنی بیوی چھوڑ دیتا[71] جیسا کہ دار قطنی میں ہے "ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح بدل یوں ہوتا تھا کہ ایک آدمی دوسرے سے کہتا کہ تو اپنی بیوی سے دستبردار ہو جا اور میں تیرے لئے اپنی بیوی سے دستبردار ہوتا ہوں اور آپ کے لئے کچھ اضافہ کروں گا"[72] جس کی تردید کے لئے سورۃ احزاب کی آیت 52 نازل ہوئی۔

نکاح شغار

نکاح شغار کا دستور بھی زمانہ جاہلیت میں مروج تھا[73] کہ ایک آدمی اپنی بیوی دوسرے آدمی کے ساتھ اس شرط پر بیاہ دے کہ اس کے بدلے میں وہ اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دے گا، اسی صورت کے نکاح میں مہر مقرر نہیں ہوتا تھا اسی طرح بہنوں یا بھانجیوں وغیرہ کا تبادلہ سب نکاح شغار میں شمار ہوتا ہے[74]۔ اس صورت کو شریعت نے اس وجہ سے ناجائز قرار دیا ہے کہ اس میں عورت کی آزادی و حریت اور اس کے حقوق کا خیال نہیں رکھا جاتا[75] کیونکہ نہ تو اس میں مہر ہوتا تھا اور نہ ہی اس کی رضا کا خیال رکھا جاتا تھا۔

نکاح ضیزن (نکاح مقت)

ضیزن اس آدمی کو کہا جاتا ہے جو باپ کے بعد اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کرے اور مقت کا معنی ہے بغض تو ایسی نکاح سے جو بچہ پیدا ہوتا تھا اس کو عرب مقیت کہتے تھے[76]۔ عربوں کے ہاں یہ بھی دستور تھا کہ جب کوئی آدمی مر جاتا تو اس کی مال کی طرح اس کی بیوی بھی میراث میں اس کے ورثاء کے حوالے ہوتی جس پر سب سے پہلے بڑے بیٹے کا حق ہوتا تھا اس کے بعد اس کا قریبی رشتہ دار، دور والوں سے زیادہ حق رکھتا تھا بلکہ اس کو خود اپنے اوپر اختیار نہیں ہوتا یہ

ورثاء اس کے مالک شمار ہوتے تو اگر وہ چاہتے تو اس کے ساتھ نکاح کرتے اور چاہتے تو اس کو چھوڑ دیتے اور کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے سے منع نہیں دیتے یہاں تک کہ وہ مر جاتی، ملکیت ثابت کرنے کا طریقہ اہل یثرب میں یہ ہوتا تھا کہ خاوند کے وفات کے بعد بیوی پر جو چادر پھینکتا وہ مالک بن جاتا تو اس کے ساتھ نکاح کرتا یا چھوڑ دیتا اور دوسرے کے ساتھ بھی نکاح کرنا نہیں دی جاتی تھی یہاں تک موت کی منہ میں چلی جاتی تو وہ اس کی مالِ موروثہ کا مالک بن بیٹھتا اور یا وہ اپنی طرف سے فدیہ دے کر اپنے نئے مالک کو راضی کرواتی اور اس سے جان چھوڑاتی[77]۔ بعض اوقات یوں کرتا تھا کہ اگر اس وارث بیٹے کو اس کے ساتھ نکاح کی ضرورت نہ ہوتی تو اس کو دوسرے بھائیوں وغیرہ کے ساتھ مہر جدید لے کر نکاح کرتے تھے[78]۔

تفسیر ابن کثیر میں سہیلیؒ سے منقول ہے کہ "اپنے باپ کے منکوحہ سے نکاح کرنا اہل جاہلیت کے ہاں معمول بہ تھا"[79] اسی طرح تفسیر مظہری میں روایت ہے کہ انصار کا ایک نیک آدمی ابو قیس فوت ہوا تو اس کے بیٹے قیس کے اپنے باپ منکوحہ کو نکاح خطبہ دیا جس پر اس عورت نے جواب دیا کہ میں آپ کو اپنے بیٹے کی طرح شمار کرتی ہوں اور آپ قوم کے نیک وصالح لوگوں میں ہو تو عورت نے جا کر رسول اللہ ﷺ کو یہ تفصیل سنا دی جس پر رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ اپنے گھر لوٹ جاؤ جس پر آیت نازل ہوئی کہ "ان عورتوں کے ساتھ نکاح مت کرو جن کے ساتھ تمہاروں آباء نے نکاح کیا ہو"[80] اسی طرح دیگر واقعات بھی تفسیر و تاریخ میں مذکور ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عائلی امور کے حوالے سے عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا تھا۔

واضح رہے کہ اس صورت میں یعنی جب خاوند فوت ہو کر اس کی بیوی اس کے بڑے بیٹے کے حصے میں آتی تو اگر وہ چاہتا تو خود اس کے ساتھ نکاح کرتا، اگر چاہتا تو مہر جدید کے ساتھ کسی دوسرے کے ساتھ بیاہ لیتا اور اگر چاہتا تو اس کو موت تک اپنے پاس رکھ کر اس کی موت کے بعد اس کے مال و دولت کا مالک بن جاتا یا اگر بیواہ اپنی مہر کے ساتھ فدیہ دے کر خود کو نکاح کے لئے آزاد کروائی، اس اولاد سے مراد وہ اولاد ہے یا وہ بڑا بیٹا ہے جو اسی خاوند کی کسی دوسری بیوی سے ہو یعنی اس زوجہ سے نہ ہو جو اب موت کے بعد اس کے حصہ میں آرہی ہے[81] کیونکہ اگر یہ بیٹا اسی بیوی کے پیٹ سے پیدا ہوتا تو یہ اس کی سگی ماں بنتی جس کے ساتھ نکاح کے عرب بھی روادار نہیں تھے[82]۔

زمانہ جاہلیت میں تعدد زواج

زمانہ جاہلیت میں تعدد زواج کا دستور عام تھا بلکہ ہر کسی کو اختیار ہوتا کہ وہ جتنی تعداد میں چاہے بیویاں رکھ سکتا ہے تاہم عمومی طور پر ایک، دو یا اس سے زیادہ بیویوں پر اکتفاء کیا جاتا تھا جیسا کہ عہد جاہلیت میں باندیوں کے بارے میں تحدید نہیں تھی، جو جتنا چاہتا باندیاں رکھ سکتا تھا اسی طرح بیویوں کی بھی حد مقرر نہ تھی۔ جہاں تک باندیوں کا تعلق ہے، اس کو بیوی کے حقوق حاصل نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ مالک کی مملوک ہوتی تھی تاہم جب مالک اس کو آزاد کرتا اور اس

کے ساتھ نکاح کرتا تو وہ ایسے حقوق کی حقدار ٹھہرتی، اس عمل میں باقاعدہ نکاح وغیرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، محض مالک کے اقرار وارادے سے وہ باندی سے بیوی بن جاتی۔ طبریؒ فرماتے ہیں کہ

> "قریش میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو دس یا اس سے زیادہ یا کم عورتوں کے ساتھ نکاح کرتے تھے"[83] نیز ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ "جب ایک آدمی چار، پانچ، چھ، دس عورتوں کے ساتھ نکاح کرتا تو اس کو دیکھ کر دوسرا آدمی بھی کہتا کہ مجھے کس چیز نے روکا ہے کہ اس کی طرح نکاح نہ کروں تو وہ بھی یتیم کا مال لے کر اس کے ذریعے نکاح کرتا"[84]۔

زمانہ جاہلیت میں ایک سے زیادہ شادیاں کیوں کی جاتی تھیں، اس کی وجہ محمود آلوسی نے یہ تحریر کی ہے کہ "نکاح سے الفت و محبت حاصل ہوتا ہے اس لئے عرب کے ہاں زیادہ عورتوں کا دستور تھا، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی نو ازواج مطہرات تھیں"[85]۔ علاوہ ازیں عبد اللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد جب خالد بن یزید بن معاویہ نے عبد اللہ بن زبیر کی بیٹی رملہ سے شادی کی تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے خالد بن یزید نے کہا کہ "دنیا میں میرے نزدیک بنی عوام سے زیادہ مبغوض لوگ نہیں تھے یہاں تک کہ میری ان سے یعنی عبد اللہ بن زبیر کی بیٹی رملہ سے شادی ہوگئی تو اب دنیا میں اس خاندان جتنا محبوب ترین لوگ میرے نزدیک نہیں ہیں"[86]۔

جمع بین الأختین

اسلام سے قبل عرب سماج میں دستور بھی تھا کہ بیک وقت دو بہنیں ایک آدمی کے نکاح میں جمع کی جاتی تھیں چنانچہ ابو احیحہ سعید بن العاص نے مغیرہ بن عبد اللہ کی دو بیٹیاں صفیہ وہند ایک ساتھ نکاح میں جمع کی تھیں اسی طرح قسی (ثقیف بن منبہ) نے عامر بن ظرب کی دو بیٹیاں آمنہ و زینب ایک نکاح میں اپنے ساتھ رکھی تھیں نیز ہنام بن سلمہ نے بھی بیک وقت دو بہنوں کے ساتھ نکاح کیا تھا[87]۔

ایک حدیث سے اشارۃً اس بات کا تصور معلوم ہوتا ہے کہ ضحاک بن فیروز اپنے والد (فیروز) سے روایت کرتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہاں کہ یا رسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہوا ہوں اور میرے تحت دو بہنیں ہیں (تو میں ان کے بارے میں کیا فیصلہ کروں)؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان دو میں سے جس کو چاہو طلاق دے دو"[88] اس حدیث سے عرب سماج کی قبل از اسلام رواج کی نشاندہی ہوتی ہے کہ ان کے ہاں دو بہنیں بیک وقت ایک ساتھ، ایک نکاح میں جمع کئے جاتے تھے۔

محرمات سے نکاح

یوں تو عرب میں محرمات بیٹی، بہن یا ماں وغیرہ کے ساتھ نکاح ان محرمات کے حرمت کو محفوظ بنانے کی خاطر اچھا خیال نہیں کیا جاتا تھا بالخصوص قریش کے ہاں یہ بہت معیوب اور خلاف غیرت بات تھی۔ قریش اچھے طریقے سے نکاح

کرتے تھے کیونکہ لوگوں میں سب سے بہترین تھے تاہم عرب سماج میں اس بات کی مثالیں بھی موجود ہیں کہ ان محرمات میں سے کسی کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا جیسا کہ بنو تمیم کے سردار حاجب بن زرارہ نے اپنے بیٹی کے ساتھ نکاح کیا تھا اور اس سے اولاد بھی ہوئی تھی، اس کی بیٹی کا نام دختنوس تھا جو بنت کسریٰ کے ساتھ نام شریک تھی[89] جبکہ ابن الاثیر نے حاجب کی بجائے اس کے بھائی لقیط بن زرارۃ کا نام لیا ہے کہ یہ دختنوس اس کی بیٹی تھی اور اس نے یعنی لقیط نے اپنے بیٹی دختنوس کے ساتھ نکاح کیا تھا جس کو اس نے اس فارسی نام سے مسمی کیا تھا پھر لقیط ایسی حالت میں قتل کیا گیا جب یہی دختنوس اس کے نیچے تھی[90]۔

اسلام نے جن عورتوں کے ساتھ نکاح حرام قرار دیا ہے اور وہ عورتیں محرمات میں شمار کی ہیں، ان سب کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں بھی نکاح حرام تھا البتہ اپنے باپ کی بیوی کے ساتھ نکاح اور دو بہنوں کا بیک وقت ایک ساتھ نکاح میں کرنا، یہ دو قسم کا نکاح دور جاہلیت میں جائز تصور کیا جاتا تھا جس کو اسلام نے حرام قرار دیئے[91]۔

غیر اقارب میں نکاح کرنا

عرب سماج میں یہ تصور پایا جاتا تھا کہ اپنے خاندانوں میں جو لوگ نکاح کرتے ہیں ان کی اولاد کمزور پیدا ہوتی ہے، نجیب اور عمدہ اولاد پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اقارب سے باہر کسی خاندان میں نکاح کی جائے۔ عرب کا خیال تھا کہ جانوروں میں اقارب سے جفتی کرانا محمود ہے تاکہ جانوروں کی اچھی نسل برقرار رہے اور نسل در نسل بڑھتا رہے لیکن انسانوں میں وہ اقارب کے ساتھ نکاح اچھا نہیں گردانتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اس سے اولاد کمزور پیدا ہوتا ہے جو نجیب و عمدہ نہیں ہوتا بلکہ عربوں کا خیال تھا کہ عمدہ عورت وہ ہے جو آدمی سے نفرت کرے کیونکہ اس کی مردوں سے بے رغبتی کی وجہ سے مرد ان پر غالب آتا ہے[92] نیز عرب سماج میں یہ تصور پایا جاتا تھا کہ سب سے عمدہ اولاد اس عورت کی ہوتی ہے جو اپنے خاوند سے بغض رکھے کیونکہ جب وہ اپنے خاوند سے بغض رکھتی ہے تو جماع کے دوران خاوند کی منی بیوی کی منی سے پہلے خارج ہوتی ہے تو اولاد کی مشابہت خاوند کی طرف چلی جاتی ہے جس سے مذکر اولاد پیدا ہو جاتا ہے[93] کیونکہ عورت کے بے رغبتی اور خاوند کی کامل شہوت کی وجہ سے بچے میں رجولیت کے تمام خصائل پیدا ہو جاتے ہیں[94] جس سے بچے میں مردوں والے صفات مثلاً بہادری، جفاکشی اور تحمل وغیرہ جیسی صفات پیدا ہو جاتی ہیں یعنی پیدا ہونے والا بچہ مرد مزاج زیادہ اور عورت مزاج کم ہوتا ہے۔

عرب کو غیر عرب میں بیاہ وغیرہ

عرب سماج میں یہ بھی دستور تھا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو غیر عرب کے ساتھ نہیں بیاہتے تھے اسی طرح گاؤں کی عورتیں شہر میں بیاہا جانا پسند نہیں کرتی تھیں جب کہ عورت میں نکاح کے لئے سب سے پسندیدہ عورت وہ خیال کی جاتی تھی جو زیادہ بچے بالخصوص زیادہ مذکر اولاد جننے والی ہو کیونکہ وہ خاندان کے لئے ستون کا کردار ادا کرتے ہیں، عربوں

کے ہاں بعض دفعہ جان، مال اور اولاد سے عورت کی عزت بڑھ کر خیال کی جاتی تھی[95]۔

خاوند اور دوست کو ایک ساتھ رکھنا

عرب سماج میں یہ رسم بھی پایا جاتا تھا کہ عورت خاوند اور دوست کو ایک ساتھ رکھتی تھی اور اپنے بدن کو دونوں کے درمیان تقسیم کرتی تھی، نصف سے نچلا حصہ خاوند کے لئے مختص ہوتی تھی اور دوست کے لئے اس حصے کا استعمال ممنوع ہوتا تھا جبکہ نصف سے اوپر کا حصہ دوست کے لئے مختص کرتی تھی جس سے بوس وکنار کرنے سے اس کو منع نہیں کیا جاتا تھا[96] نیز قرطبیؒ[97] نے تحریر کیا ہے کہ "بعض اوقات یہ ایک دوسرے سے حصوں کے تبادلہ کی درخواست بھی کرتے تھے"[98]۔

دار الندوۃ میں نکاح

عرب سماج کا ایک مشہور سردار قصی بن کلاب گزرا ہے جس نے عرب سماج میں کئی چیزوں کی بنیاد رکھی جن میں سب سے مشہور کام دارالندوہ کا قیام ہے" جہاں پر عرب اپنے تمام امور جیسے جنگ، تجارت اور نکاح وغیرہ کے لئے مشورہ کیا کرتے تھے تو ہر مرد وعورت کا نکاح اسی دارالندوہ میں ہی ہوتا تھا"[99]۔

اسی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے ہاں بھی یہ دستور تھا کہ جہاں دارالندوہ میں لوگ دوسرے امور کے لئے جمع ہوتے تھے وہاں نکاح بھی اسی جگہ پر عام لوگوں کی موجودگی میں ہوتا تھا تاکہ اس کی شہرت ہو۔

نتائج بحث

زیر نظر تحقیق سے درجہ ذیل نتائج اخذ کیں جاتے ہیں:

1 خاندان وہ ادارہ ہے جو انسان کی جسمانی، روحانی اور اخلاقی پرورش کی تکمیل میں اول سیڑھی کا کام کرتا ہے۔ اس کی تشکیل کی بنیادی اکائیاں میاں اور بیوی ہیں جن کے درمیان اتفاق واتحاداورالفت ومحبت کاہونا معاشرتی امن وسکون کا ضامن ہوتا ہے لہذا ہر دور میں خاندانی نظام کے لئے کچھ نہ کچھ قوانین وضوابط ترتیب دئے جاتے ہیں جو زوجین کے درمیان محبت کے داعی، نفرت کی کمی اورباہمی حق تلفی سے احتراز کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔ اسلام سے قبل عرب سماج میں بھی عائلی اور خاندانی قوانین کارواج تھا، زیرِ نظر مضمون میں ان قوانین پر بحث کی گئی ہے۔ مضمون کے دو حصے ہیں: عرب سماج میں عورت کا مقام اور نکاح کا تصور۔

2 عرب سماج کے تاریخی مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عورت کے ساتھ ان کا سلوک جانوروں سے بھی بدتر تھا یہاں تک کہ لڑکی کی پیدائش کو بھی برداشت نہیں کرتے تھے بلکہ بعض قبائل میں تو اس کے زندہ دفن کرنے کا بھی رواج تھا۔ عضل کے نام سے ان کو نکاح کے حق سے محروم کر دیا جاتا تھا، حیض میں اس

کر گھر تک سے نکالا جاتا تھا۔ اس اعتبار سے عورت قبل از نکاح بھی قابلِ رحم تھی اور بعد از نکاح بھی۔ لیکن دوسری طرف اس میں عورتوں کا مردوں کے سامنے اپنی نمائش کرنے کا بھی رواج تھا اوران کی تزئین اورآرائش کرنے کا رواج بھی تھا بلکہ عورتوں کی تزئین آج کل کے بیوٹی پالر کی طرح ایک قسم کا پیشہ تھا۔ عورتیں مردوں کے سامنے اپنی نمائش بھی کرتی تھیں یہاں تک اپنے جسم کے وہ حصے بھی مردوں کے سامنے کھلی رکھتی تھیں جن کا ظاہر کرنا ناگوار ہوتا ہے اوران کو خاص مواقع پر مزین بھی کیاجاتا تھا۔

3 عرب سماج میں نکاح کا بھی تصور تھا جس کی مختلف صورتیں تھیں۔ ان میں نکاح بعونہ، استبضاع، رھط اور نکاح البغایا، یہ چار صورتیں تو متداول تھیں جب کہ غیر متداول صورتوں میں نکاح الظغینہ، مخادنہ یاخدن اور مضادنہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ان میں نکاح موَقت، متعہ اور نکاح شغار کا بھی رواج تھا۔ عرب سماج کے نکاح میں ازدواج کے تعدد کا بھی تصور تھا جس کے لئے کوئی خاص تعداد معین نہیں تھی، ان میں دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے اور محرمات کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز تھا۔ عورت دوطرح کے تعلقات رکھ سکتی تھیں: خاوند کے ساتھ ازدواج کا رشتہ اور غیر کے ساتھ دوستی (بوائے فرینڈ) کا رشتہ۔

4 حاصل یہ کہ عورت عرب سماج میں ہر لحاظ سے قابلِ رحم تھی۔ نکاح سے قبل بھی قابلِ رحم تھی اور نکاح کے بعد بھی، آزاد حیثیت سے بھی قابلِ رحم تھی اور باندی کی حیثیت سے بھی۔ عورت کے ساتھ اس ناروا سلوک اور نکاح کے نظام میں بے ضابطگیوں نے خاندانی نظام کو درہم برہم کر دیا تھا گویا کہ عرب سماج میں نکاح کا تصور تھا لیکن انتہائی ناگفتہ بہ۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ سورۃ بنی اسرائیل: 17/ 58

2۔ سورۃ النحل: 16/ 58

3۔ محمد عبد الطیف، فقہ النکاح والفرائض، کلیۃ الدراسات الإسلامیۃ والعربیۃ بنات بالإسکندریۃ، جامعۃ الأزھر، ص7

4۔ دارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن، سنن الدارمی، دار المغنی للنشر والتوزیع، سعودیہ، 2000ء، 1/ 153

5۔ أحمد بن عبد اللہ، التفسیر الموضوعی للقرآن الکریم، الجامعۃ الإسلامیۃ، المدینۃ المنورۃ، 1413ھ، 1/ 152

6۔ صالح بن فوزان، تنبیھات علی أحکام تختص بالمومنات، وزارۃ الشئون الإسلامیۃ والأوقات، المملکۃ السعودیۃ، 1423ھ، ص7

7۔ سید محمد قطب شہید، فی ظلال القرآن، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، س ن، 8/ 479

8۔ عبد القادر بن حبیب اللہ، اتحاف الأحباب بما ثبت فی مسألۃ الحجاب، الجامعۃ الإسلامیۃ، المدینۃ المنورۃ، 1976ء، ص122

9۔ سعید عاشور، نظم الحکم والإدارۃ، المؤسسۃ العربیۃ للدراسات والنشر بیروت، 1987ء، 1/ 296

یہ دونوں افکار وکردار الگ الگ علاقوں اور قبائل سے تعلق رکھتے ہوں جیسا کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی مذموم عادت کے ساتھ

قبائل ربیعہ، کندۃ اور تمیم مشہور تھے۔ سب سے پہلے ربیعہ قبیلے میں یہ رواج شروع ہوا تھا کہ ان پر حملہ ہوا اور اس کے امیر اور بادشاہ کی بیٹی قیدی بنا دی گئی تو بادشاہ نے اس کو واپس لانے کے لئے خوب بھاگ دوڑ کی یہاں تک کہ اس کے بیٹی کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے والد کے پاس جائے یا جنہوں نے اس کو قید کیا ہے، ان کے پاس رہے تو اس کی بیٹی نے ان لوگوں کے پاس رہنا پسند کیا جن کے ہاں وہ تھی اور اپنے والد کے پاس نہیں آئی تو اس سے اس کے والد کو دکھ پہنچا اور غضبناک ہو کر اپنی قوم کے لئے بیٹیوں کو زندہ در گور کرنے کا طریقہ اپنایا پھر دوسرے لوگوں نے بھی یہ طریقہ اپنانا شروع کیا اس خوف سے کہ کل ان کے ساتھ بھی ایسا واقع ہو سکتا ہے جیسے قیس بن عاصم جس نے دس سے زیادہ بیٹیاں زندہ در گور کئے تھے)

10۔ مجاہد: نام و نسب: الإمام شیخ القرآء والمفسرین أبو الحجاج المکی، الأسود مولی السائب بن أبی السائب المخزومی۔

شیوخ: سعد، عائشہ، ابو ہریرۃ، ام ہانی، عبد اللہ بن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم۔ تلامذہ: قتادۃ، حکم بن عتیبہ، عمرو بن دینار، اعمش، ابن عون۔ سفیان ثوری کہتے ہیں: تفسیر چار لوگوں سے حاصل کرو۔ مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ اور ضحاک سے۔ یحیٰی بن معین اور ابن سعد نے آپ کو ثقہ اور فقیہ عالم قرار دیا ہے۔ وفات: 103 یا 104ھ کو فوت ہوئے (تھذیب الکمال: 3/1305، سیر اعلام: 4/ 449 ۔ 456، تذکرۃ الحفاظ: 1/71، تھذیب التھذیب: 10/42)

11۔ القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد، تفسیر قرطبی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، 14/180

12۔ مبرد: آپ کا نام محمد بن یزید بن عبد الاکبر بن عمیر بن حسان بن سلیم الأزدی الثمالی ہے، کنیت ابو العباس ہے، المبرد سے مشہور ہے، اہل نحو کے شیخ اور علم العربیۃ کے حافظ ہے، ابو عثمان المازنی اور ابو حاتم السجستانی سے علم حاصل کیا۔ بصرہ عید الاضحی کی رات 210ھ یا 207ھ کو پیدا ہوئے اور بغداد میں ذی الحجہ 280ھ کو فوت ہوئے (طبقات المفسرین، ص479 وفیات الأعیان، ج4، ص313)

13۔ ایضاً

14۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 6/46

15۔ بدر الدین العینی، عمدۃ القاری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2010ء، 20/124

16۔ محمد شکری، بلوغ الإرب، دار الکتاب المصری، 2012ء، 2/55

17۔ جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب، دار الساقی، بیروت، 2001ء، 10/224

18۔ بدر الدین عینی، عمدۃ القاری، 18/164

19۔ ابن سعید، نشوۃ الطرب فی تاریخ الجاھلیۃ العرب، مکتبۃ الأقصی، سطن، اردن، 1/198

20۔ محمد أحمد، عودۃ الحجاب، دار طیبہ للنشر والتوزیع، 2006م، 2/59

21۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تفسیر آی القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ، 2/224

22۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 1/258

23۔ القرطبی، تفسیر القرطبی، 3/81

24۔ جواد علی، المفصل، 10/228

25۔ جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب، 10/199

26۔ محمد شکری، بلوغ اللارب، 2/2

27۔ جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب، 10/199

28۔ عبداللہ عفیفی، المرأۃ العربیہ فی جاھلیتھا و إسلامھا، مکتبۃ الثقافۃ، المدینہ المنورہ1932ء، 1/52۔51

29۔ دینوری، عبداللہ بن مسلم، عیون الأخبار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع:1418ھ، 1/252

30۔ ایضاً

31۔ جس کے ہاں کم از کم تین بیٹے پیدا ہوئے ہوں جیسا کہ فاطمہ بنت عمرو جس کے ہاں زبیر، ابو طالب اور عبداللہ (ابو محمد ﷺ) پیدا ہوئے تھے اور فاطمہ بنت اسد جس کے بطن سے طالب، عقیل، جعفر اور علی پیدا ہوئے تھے (المحبر، ج1، ص455۔457)

32۔ قاسمی، محمد جمال الدین، محاسن التأویل، بیروت: دار الکتب، بیروت، 1418ء، 4/26

33۔ صالح بن فوزان، شرح مسائل الجاھلیۃ، دار العاصمۃ للنشر والتوزیع، الریاض2005ء، 1/301

34۔ اسماعیل حقی بن مصطفی، روح البیان، دار الفکر، سطن، بیروت، 3/428

(ہمارے معاشرے میں بھی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیان شادی کو بدشگون سمجھا جاتا ہے (الباحث)

35۔ القاسمی، محمد جمال الدین، محاسن التأویل، عیسی البابی الحلبی، 1957م، 5/412

36۔ مقاتل بن سلیمان، حاشیۃ تفسیر مقاتل بن سلیمان، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1423ھ، 3/183

37۔ الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، 19/96

38۔ ایضاً: 17/156

39۔ الإسکندری، ابن المنیر، حاشیۃ علی الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار الکتاب العربی، بیروت، 1307ھ، 3/53

40۔ خطابی، أحمد بن محمد معالم السنن شرح أبی داؤد، المطبعۃ العلمیۃ، حلب، 1932ھ، 3/277

41۔ البخاری، محمد بن اسماعیل (م256ھ) صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ، دمشق، 1422ھ، 7/15

42۔ حوالی، سفر بن عبد الرحمن، شرح العقیدۃ الطحاویۃ، الجامعۃ الإسلامیۃ، سطن، المدینۃ المنورۃ، 1/1574

43۔ الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، 19/94

44۔ جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب، 10/211

45۔ ایضاً: 10/218

46۔ محمد شکری، بلوغ الإرب، 2/5

47۔ سورۃ النساء: 4/25

48۔ نام محمد بن جریر بن یزید بن کثیر ہے، کنیت ابو جعفر الطبری ہے، محمد بن عبد الملک، احمد بن منیع اور ابو کریب سے سماع کیا، ان کے شاگردوں میں مخلد الباقرحی اور احمد بن کامل وغیرہم شامل ہیں۔ پیدائش 224ھ اور وفات 310ھ میں ہوئی۔ آپ کی کتاب (جامع البیان) تفاسیر بالماثور میں سب سے زیادہ بلند پایہ اور صحیح ترین ہے (تذکرۃ الحفاظ، ج1، ص201)

49۔ الطبیر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، 25/82

50۔ ضحاک: آپ کا نسب نامہ یوں ہے ضحاک بن مخلد بن الضحاک بن مسلم بن الضحاک، شیبانی اور بصری کی نسبتوں سے شہرت پائی، کنیت ابو عاصم اور لقب نبیل تھا، 122ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے، اساتذہ میں امام مالک اور سفیان ثوری شامل ہیں۔ 14 ذی الحجہ 212ھ کو بمقام بصرہ رحلت فرمائی (تھذیب التھذیب، ج4، ص315)

51۔ ثعلبی، أحمد بن محمد تفسیر ثعلبی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 2002ء، 4/185

52۔جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب،10/ 141
53۔تونسی، محمد طاہر بن محمد، التحریر والتنویر، الدار التونسیۃ للنشر، تیونس،1974ء،5/ 5
54۔جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب،10/ 142
55۔ایضاً:10/ 145
56۔ایضاً:10/ 139
57۔الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن،19/ 98
58۔ایضاً:19/ 99
59۔بدر الدین عینی، محمود بن أحمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری،20/ 123
60۔ آپ ابو محمد عبد اللہ بن کثیر الداری المکی ہیں، آپ مکہ میں قراءت کے امام تھے۔ آپ تابعی ہیں، آپ نے عبد اللہ بن زبیر، ابو ایوب انصاری اور انس بن مالک سے ملاقات کی ہے اور آپ کا مکہ میں120ھ میں انتقال ہوا(تہذیب التہذیب، ج5، ص325)
61۔ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم،6/ 50
62۔ آپ کا نسب نامہ یوں ہے: عبد اللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرّہ بن کعب المخزومی۔ آپ ام المومنین سیدہ ام سلمہ کے بھائی اور آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ آپ کی والدہ کا نام عاتکہ تھا فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور فتح مکہ اور جنگ حنین میں شریک ہوئے اور جنگ طائف میں شہید ہوئے (المتفق والمفترق، ج2، ص 1250 الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، ج3، ص869)
63۔بزار، أحمد بن عمرو مسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ،2009ء،13/ 43
64۔جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب،/9133
65۔سورۃ الممتحنۃ:60/ 12
66۔ہندہ: آپ ناصر الدین محمد بن شیخ ابو الحسن علی بن محمد بن الرکن ابراہیم بن عبد اللہ بن یوسف الارموی الصالحی کی صاحبزادی تھی، آپ نے روایت کی اجازت عبد الرحمان مرادوی، ابن قیم الضائیہ، اور عمر بن عثمان بن سالم القواس سے لی اور آپ سے روایت کرنے والوں میں ابن موسی اور موفق شامل ہیں(الضوء اللامع لأھل القرن التاسع،12/ 133)
67۔الطبری، جامع البیان،23/ 342
68۔عبد اللہ بن أحمد جلالی، دروس للشیخ عبد اللہ جلالی،1/ 17، اخذ از http://www.islamweb.net
69۔أحمد بن عبد اللہ، التفسیر الموضوعی، الجامعۃ المدینہ المنورۃ، المدینہ المنورہ،1413ھ،1/ 167
70۔جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب،10/ 209
71۔محمد شکری، بلوغ الإرب،2/ 5
72۔دار قطنی، علی بن عمر سنن دار قطنی، موسسۃ الرسالۃ، بیروت،2004ء،4/ 309
73۔نووی، یحیی بن شرف، المنہاج، دار احیاء التراث العربی، بیروت،1392ھ،9/ 201
74۔محمد شکری، بلوغ الإرب،2/ 5
75۔توفیق برو، تاریخ العرب القدیم، دار الفکر، بیروت،2001ء،1/ 264

76۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 5/105

77۔ جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب، 10/206-207

78۔ محمد شکری، بلوغ الإرب، 2/53

79۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 2/215

80۔ مظھری، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظہری، 2/53

81۔ محمد أحمد، عودۃ الحجاب، 2/57

82۔ سید قطب، ابراھیم حسین، فی ظلال القرآن، 2/623

83۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، 7/534

84۔ ایضاً

85۔ محمد شکری، بلوغ الإرب، 2/7

86۔ ایضاً

87۔ البغدادی، ابوجعفر محمد بن حبیب، المحبر، م ن، 1/327

88۔ أبوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن أبی داؤد، المکتبۃ العصریۃ سطن، بیروت، 2/272

89۔ محمد شکری، بلوغ الإرب، 2/52

90۔ ابن الأثیر، علی بن محمد، الکامل فی التاریخ، دار الکتب العربی، بیروت، 1998ء، 1/525

91۔ سید قطب، ابراھیم حسین، فی ظلال القرآن، 2/623

92۔ محمد شکری، بلوغ الإرب، 2/10

93۔ ایضاً: 2/12

94۔ ایضاً: 2/13

95۔ توفیق برو، تاریخ العرب القدیم، دار الفکر، بیروت، 2001م، 1/268

96۔ کرمانی، محمود بن حمزۃ، غرائب التفسیر وعجائب التأویل، دار القبلۃ للثقافۃ الإسلامیۃ، بیروت، 1/293

97۔ آپ کا نام محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح، اندلسی ہے۔ اہل قرطبہ انصاری میں سے ہیں۔ کبار مفسرین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کی شہرۂ آفاق "الجامع الأحکام القرآن" (المعروف تفسیر قرطبی) کسی تعریف کا محتاج نہیں۔ "التذکرۃ بأمور الآخرۃ" اور "الأسنیٰ فی شرح الأسماء الحسنیٰ" آپ کی تصانیف ہیں۔ سن وفات 671ھ ہے۔ جائے وفات شمالی اسیوط (مصر) ہے۔ (الدیباج المذھب، ص317/ الأعلام للزرکلی، ج6ص218)

98۔ قرطبی، محمد بن أحمد، الجامع لأحکام القرآن، 14/180

99۔ محمد بیومی مہران، دراسات فی تاریخ العرب القدیم، دار المعرفۃ الجامعیۃ، اسکندریۃ، 1/363